

عذابِ برزخ

[www.sirat-e-mustaqeem.net](http://www.sirat-e-mustaqeem.net)

## فہرست مضامین عذابِ برزخ

### مضامین

### صفحہ

- 1..... مردہ پر عذاب و راحت کا دور کہاں گزرتا ہے؟ (قرآن)
- 2..... فرعون اور عمرو بن لُحی الخزاعی پر جہنم میں عذاب (قرآن اور حدیث بخاری)
- 5,4,3..... بخاری کی حدیثیں کہ عذاب و راحت کا دور قیامت تک کہاں گزرے گا
- 6,5..... شہداء کی جنت الفردوس میں نئے جسموں کے ساتھ زندگی (حدیث مسلم)
- 6..... شہداء بدر جنت الفردوس میں ہیں (حدیث بخاری)
- 7,6..... نبی ﷺ قبر مدینہ میں زندہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس (الوسیلہ مقام) میں زندہ ہیں (حدیث بخاری) ...
- 7..... ابراہیمؑ پھر نبی ﷺ نے جنت میں دودھ پلانے والی کا دودھ پیا ہے (حدیث بخاری)
- 8..... قرآن و حدیث کا فیصلہ کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد قیامت سے پہلے جسدِ عنصری میں واپس نہیں آسکتی
- 8..... قبر میں روح کے مردہ جسم میں واپس آنے کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث 'قرع نعال' سے غلط استدلال
- 9..... بخاری کی صحیح حدیث قرع نعال کی صحیح تاویل اور غلط تاویل کا رد
- 12,11,10,9..... حدیث قرع نعال کی تشریح امام ابو حنیفہؒ اور ابنِ منیرؒ سے اور اعتراضات کا جواب
- 13,12..... حدیث قرع نعال کی غلط تشریح اور اس کا رد دلائل کے ساتھ
- 14,13..... قلبِ بدر اور کلامِ المیت علی الجنائزہ کی صحیح تاویل
- 15,14..... دو قبروں پر شاخیں لگانے کا واقعہ اور اس کی صحیح تاویل
- 15..... قبر دنیا کی وسعت اور تنگی کا رد
- 16..... (مسلم کی حدیث) خچر کا شرکوں کی قبروں کے پاس پد کنا
- 17,16..... (مسلم کی حدیث) عمرو بن العاصؓ کا واقعہ
- 18..... (مسلم کی حدیث) موسیٰؑ کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا
- 19,18..... (مسلم کی حدیث) نبی ﷺ کا قبر والوں کے لئے دعا کرنا
- 19..... علیین اور تحجین اعمال ناموں کے دفتر ہیں روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں
- 21,20..... قبر دنیا کے دبائے اور پھیل جانے کی غلط روایت اور قبر دنیا کے جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہونے کا رد
- 22,21..... عطیہ اور الکلمی کی شیعیت اور افتراء پروازی

عقیدے دو (۲) نہیں ہو سکتے ایک کا ماننے والا دوسرے کا، کافر ٹھہریگا اور جو لوگ

بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ سب کے سب کافر ہیں (القرآن).....

عقیدوں کے نوٹو دیو بند، بریلی، ابن تیمیہ، تبلیغی جماعت، احمد بن حنبل،

میاں نذیر دہلوی، نواب صدیق الحسن خان، وحید الزماں، مولانا مودودی

، اور پیر جھنڈا صاحب..... 24 تا 32

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں خط لکھ کر ہم سے ہماری دوسری کتابیں بھی طلب فرمائیے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

لاریب کہ مرنے کے بعد قیامت تک قبر کا عذاب یا راحت یقینی چیزیں ہیں، مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین کے ایک خطہ کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال و جواب کے لئے ہر مرنے والے کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ درآئیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر رکھ کر دیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا، کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا دور قیامت تک گزرے گا؟

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہر مرنے والے کو قبر دیتا ہے چاہے وہ زمین میں دفن کیا جائے یا کسی درندہ کے پیٹ میں جا کر فضلہ بن جائے۔

قُلِ إِلَّا نَسَانُ مَا أَكْفَرَهُ، ۚ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ، ۚ مِنْ نُطْفَةٍ ۖ خَلَقَهُ، فَقَدَرَهُ، ۚ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ، ۚ ثُمَّ أَمَّا تَهُ، فَاقْبَرَهُ، ۚ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ، ۚ۔ (سورۃ عبس، آیت ۲۲-۱۷)

ترجمہ: مارا جائے انسان (دُشمن حق)، کیسا ناشکرا ہے یہ۔ کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے، اللہ نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اُس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اُسے موت دی اور قبر عطا فرمائی، پھر جب اُسے چاہے گا زندہ کرے گا۔

اللہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر ملتی ہے چاہے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا جائے، یا اس کی میت درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ کی غذا بن جائے۔ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گزرے گا۔ اور یہ معاملہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کافر، مشرک، فاسق و فاجر و منافق ہر ایک کے ساتھ یہی ہوگا۔ قرآن وحدیث کا یہی فیصلہ ہے۔ فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لئے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فرعون اور فرعونین کو صبح شام آگ پر پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت تک پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اب فرعون اور اُس کے پیروؤں کو شدید تر عذاب میں داخل کر دو۔

حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْعَرْقُ ۖ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُوآ إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آ لئن وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بَدَنِكَ لَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ أَيْتِنَا لَغَفْلُونَ ۝ (سورۃ یونس، آیت ۹۲-۹۰)

ترجمہ: (فرعون اور اس کے لشکر نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا پیچھا کیا) یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا (اور غیب شہود بن گیا) تو پکار اٹھا کہ میں نے مان لیا کہ اس 'إِلَه' کے علاوہ کوئی دوسرا 'إِلَه' نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں نے بھی اس کے سامنے سراطاعت خم کر دیا۔ (اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا) اب ایمان لا رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نا فرمانی کرتا رہا اور فساد پر بھرا رہا۔ اب تو

ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غفلت برتی ہے۔

فرعون کی لاش عبرت کے لئے دُنیا اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ المؤمن میں ارشاد کہ آل فرعون کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

فَوْقَهُ اللَّهُ سَيَّاتٍ مَّا مَكْرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۚ  
النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ ۖ أَدْخِلُوا آلَ  
فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ۔ (سورۃ المؤمن، آیت ۴۶-۴۵)

ترجمہ: آخر کار ان لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اس کو بچالیا۔ اور آل فرعون خود بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید عذاب میں داخل کر دو۔

قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دُنیا میں عبرت کے لئے محفوظ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دُنیا میں، لیکن ان کو صبح شام آگ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ثابت ہوا کہ اُن کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے، جسے عصری وہ بہر حال نہیں ہے۔

اسی طرح عمرو بن لُحی الخزائی کو نبی ﷺ نے جہنم کی آگ میں اپنی انتڑیوں کو کھینچے ہوئے دیکھا (پیٹ کے پھٹنے کے بعد)، وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم (عربوں میں) رائج کی تھی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

بِهِ بِإِسْنَادٍ مَعْنِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(فتوٰ: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۶۶۵، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اُس کا بعض حصہ بعض کو برباد کئے دے رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن لُحی الخزائی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا (عرب) شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔





پھر گھبراہٹ سے جڑ جاتے ہیں اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص (بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، پس ہم چلے یہاں تک کہ ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی گدی کے بل لینا ہوا تھا اور اُس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لئے کھڑا تھا اور پتھر مار مار کر اُس کے سر کو پھاڑ رہا تھا، پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اُس کو اٹھانے کے لئے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اٹھا کر وہ پھر واپس آئے سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ (یہ دیکھ کر) نبی ﷺ نے فرمایا میں ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیئے ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔ اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ وسیع تھا اور اس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نقب کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔ جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اُٹھتے اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُن دونوں نے کہا کہ آگے چلئے۔ ہم چلے کہ یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی اور اس میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے، جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اُس کو پھر اس جگہ واپس لوٹا دیتا اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اُس کو اس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ آگے چلئے، ہم چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے اس میں بہت بڑا درخت تھا اور اس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک صاحب تھے جن کے سامنے آگ تھی اور وہ اُسے بھڑکا رہے تھے۔ پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اُس گھر میں بوڑھے اور جوان، مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھرتے رہے۔ اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ سب کیا ہے؟ دونوں نے کہا۔ بہتر۔

وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کے گال پھاڑے جا رہے ہیں وہ کذاب تھا۔ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اُڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف اس کا چرچا ہوتا تھا۔ تو اُس کے ساتھ جو آپ نے ہوتے دیکھا ہے وہ قیامت تک ہوتا رہے گا اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اُس کا سر کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا اور جن کو آپ نے نقب میں دیکھا تھا وہ زنا کار تھے اور جس کو آپ نے دریا میں دیکھا وہ سُودھور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو اُن کے ارد گرد تھے وہ انسانوں کی اولاد تھے اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک دار و غنم جہنم تھے اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ شہداء کے گھر ہیں اور میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں۔ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھائیے، میں (نبی ﷺ) نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا گھر ہے میں (نبی ﷺ) نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے ابھی پورا نہیں کیا ہے اگر آپ اُس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔

اس طرح امام بخاری نے ثابت کر کے دکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہؓ کے حجرہ والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آگئیں۔

۱۔ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت و عذاب کا دور گزرتا ہے۔

۲۔ اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے۔

۳۔ یہ ایسا جسم ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ پھر بن جاتا ہے۔

۴۔ دُنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ملکوں اور مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں مگر برزخ میں اُن کو ایک ہی تنور میں برہنہ حالت میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور قیامت تک دیا جاتا رہے گا۔

۵۔ نیکو کار مرنے والے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو بھی جسم ملتا ہے۔

۶۔ شہداء کو بھی جسم دیا جاتا ہے اور مُسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم سبز رنگ کے اور اُڑنے والے ہوتے ہیں۔ مُسلم کی حدیث کے مطابق اُن کے جسم:-

ترجمہ: ... مسروقؓ نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن کی اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ط کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی رُو حیں سبز اُڑنے والے قابلوں میں ہیں اور اُن کے لئے قد لیس عرش الہی سے لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آکر بسیرا کرتے ہیں۔ ان کی طرف اُن کے رب نے جہانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا، اور شہداء نے دیکھا جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری بار تیری راہ میں شہید کئے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں تو پھر ان سے پوچھنا چھوڑ دیا۔ (ترجمہ عبارت: صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دہلی)

امام مسلمؒ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

شہداء کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش و خرم رہتا ہے۔

شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفات خسر و اندہ فرمانے کے بعد بھی گفتگو کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دُنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر اُس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اس خواہش کو بھی نہیں پورا کرتا جس کے اظہار کا خود اس نے بار بار تقاضا کیا تھا۔

شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھانا پیتا بھی۔

بخاری یہی ثابت کرنے کے لئے کہ شہداء جنت الفردوس میں زندہ ہیں (حارث بن سراقہؓ کا)

واقعہ لائے ہیں۔



## ترجمہ: باب غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت

...حمید کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہؓ (ابن سراقہ) جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نوجوان تھے۔ اُن کی ماں نبی ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لئے کیا تھا۔ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی، ثواب جان کر۔ اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔ (ترجمہ عبارت: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۶۷، عربی مطبوعہ دہلی)

اور بخاری کی دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت الفردوس عرش الہی کے نیچے ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا۔ بخاری میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

...وقال محمد بن فلیح عن ابيه وفوقه عرش الرحمن۔

(بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۹۱، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:... اور محمد بن فلیح اپنے باپ فلیح سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے (جنت الفردوس کے) اوپر عرش الرحمن ہے۔

نبی ﷺ وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اُس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرش الہی سے نیچے، سب سے بلند و بالا مقام ہے اور اسی بات کی نذیر تاکید کیلئے نبی ﷺ کو جنت میں زندہ ہونے کی بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ بخاری ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں:

باب دعاء من نبی ﷺ  
سعد بن عقیل قال حدثني عقیل بن ابی شهاب قال أخبرني سعد بن عقیل عن عروة بن الزبير عن اهل العلم عاتشه قال قال رسول الله ﷺ يقول وهو صريع لم يقض نبی قط حق فیری مقلع من الجنة ثم یخبر فلما نزل به ورأسه على فخذه غفر عليه ساعة ثم افاق فأعقب بصره الى السقف ثم قال اللهم الرفیق الاعلی قلنا اذنا وعانت اذنا لمعدی الذي كان یجد لنا وهو صريع قالت فكانت تلك احوالكم یسألونها اللهم الرفیق الاعلی

(فوئو: صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۹۳۹، مطبوعہ دہلی)

## ترجمہ: باب نبی ﷺ کی دُعا "اللهم الرفیق الاعلیٰ"

...سعد بن مسیب عروة بن زبیر اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عاتشہؓ نے کہا کہ رسول ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اُسے جنت میں اُس کا مقام دکھائیں دیا جاتا۔

مقام دکھادیے جانے کے بعد اُس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دُنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے)، پس جب آپؐ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپؐ کا



سر میرے زانو پر تھا۔ آپ کو تھوڑی دیر کے لئے غش آ گیا پھر آپ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا **اللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی** ... (اے مالک الرفیق الاعلیٰ)، پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد آپ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا جو بات آپ فرمایا کرتے تھے اُس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ نے کوئی بات نہ کی یہی کلمہ **اللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی** تھا۔

بخاریؒ نے اس طرح واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی ﷺ کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کی بجائے دنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تا کہ دنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہو اور دوسلام سنیں اور اُس کا جواب دیں۔ یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لئے نبی ﷺ کو زندہ درگور کر دکھایا ہے۔

اب ان دلائل کے بعد کہ نبی ﷺ اور شہداء اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ نہیں بلکہ عرش الہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں۔ یہ کہا جانے لگتا ہے کہ نبی ﷺ اور شہداء کی بات ہی اور ہے۔ کسی اور کی زندگی کو جنت میں ثابت کیا جائے۔ اس بات کے ثبوت میں بخاریؒ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیمؑ کا واقعہ لائے ہیں:

حَدَّثَنَا ابُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ  
ابْنِ اَبِي اَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمَّا قُبِرَ اَبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(فوئو: صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: البراء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُس کے لئے جنت میں ایک دُودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث سے ابراہیمؑ کا جنت میں موجود ہونا اور ایسے جسم کے ساتھ جو چھاتی سے دُودھ کھینچ سکے اسی طرح ثابت ہوا جیسے گزری ہوئی بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تھا کہ عمرو بن لُحی الخزاعی جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ یہ نہیں کہ دنیاوی قبر کے اندر دُودھ پلانے والی مہیا کر دی گئی ہے۔

اب کوئی بتائے کہ نبی ﷺ شہداء اور سارے انسان اگر رُوح کے واپس آ کر مُردہ جسم غصری سے مل جانے کے بعد اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت اور جہنم کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ کیا دُور و حیل ہر انسان کے ساتھ ہوتی ہیں کہ ایک جنت میں یا جہنم اور دوسری قبر دُنیا میں مَرے ہوئے جسم کے ساتھ وابستہ رہے۔ یا تھوڑی رُوح برزخ کے جسم سے وابستہ رہے اور باقی دُنیا والی قبر میں آ کر مُردہ جسم سے مل جائے اور دونوں جگہ زندگی پیدا کر دے۔

ان ساری صحیح حدیثوں نے بتا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اُس کو حسبِ حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اُس کی رُوح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور رُوح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے، مگر کچھ دوسرے حضرات اس بات پر مُصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی رُوح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ سے جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیا جانے والا کافر تو عذاب سے بچ گیا۔ اُس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب کا دُور اس پر کیسے گزرے گا؟

تو اللہ کی قدرت اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ۔  
اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے، لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے۔  
اُس کو نظر انداز کر دینا بھی تو اچھا نہیں۔

قرآن و بخاری و مسلم کی احادیث نبویؐ کے فیصلہ کے برخلاف اب جو یہ کہا جانے لگا ہے کہ  
روح نکلنے کے بعد اسی دنیاوی قبر کے مُردے میں واپس لوٹا دی جاتی اور یہ مُردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ دیکھنے اور  
سننے لگتا ہے اور اس قبر میں اس زندہ ہو جانے والے مُردے پر عذاب و راحت کو پورا ذور قیامت تک گزرے  
گا۔ تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبویؐ کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے  
نصوص قرآنی کا انکار اور احادیث نبویؐ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں منکر  
روایتوں کا پورا زور لا ڈالا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ان حضرات کی ایک ایک بات کا جواب دے کر حق کو واضح کر دیا  
جائے تاکہ جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جس کو مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہ کر نہ  
مرے۔ سب سے پہلے اپنی اس بات کے ثبوت میں کہ یہی دنیاوی قبر کا مُردہ زندہ ہو جاتا ہے، بخاری کی صحیح  
حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مُردہ اپنے دفن کر جانے والے لوگوں کی چاپ  
سُنا ہے، اُس کو اٹھا کر اٹھا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔

کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی رُوح صرف  
قیامت کے دن ہی اُس کے دنیاوی جسم کو عَجَبُ الدَّنْبِ پر بنا کر اُس میں لوٹائی جائے گی اور چند  
استثنائی جسموں کے علاوہ چاہے وہ فرعون جیسے ظالموں کے ہی کیوں نہ ہوں مٹی سب کو کھالیتی ہے۔ اب  
جس کافر کو جلا کر رکھ کر دیا جائے یا صرف اُس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو اس کو کیسے اٹھا کر  
بٹھایا جائے گا، وہ کیسے چاپ سنے گا اور کیسے اُس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی اور کیا  
ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا۔ تو جواب نہیں ملتا۔ لیکن بخاری کی  
حدیث کے غلط معنوں پر اصرار ختم نہیں ہوتا۔

قرآن کا ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۚ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبْعُثُونَ۔ (سورۃ  
المومنون، آیت ۱۶-۱۵)

ترجمہ: (پھر) اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کرے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے  
جاؤ گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ مرنے والے کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، پھر قیامت  
سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو جاتا ہے اور اس طرح قبر میں زندہ ہو جانے کے بعد آخر  
اسے پھر موت کب آتی ہے اور ان تین زندگیوں کے ثبوت میں آخر دلیل کیا ہے؟ تو پھر خاموشی چھا جاتی  
ہے۔ قرآن کی طرح بخاری کی حدیث بھی یہی بیان کرتی ہے کہ دنیاوی جسم کو مٹی کھالیتی ہے اور صرف قیامت  
کے دن عَجَبُ الدَّنْبِ پر یہ جسم غصری پھر بنے گا اور میدانِ محشر میں فیصلہ کے لئے حاضر کیا جائے گا۔

ترجمہ: باب "جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج در فوج آؤ گے۔"

... ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے  
درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ

سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا کہ چالیس مہینوں کا وقفہ؟ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اس بات کو (رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اُگ پڑیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برد باد نہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی عَجَبُ الذَّنَبِ کے، اور اُسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔ (صحیح بخاری، جلد ۷، صفحہ ۷۳۵، مطبوعہ دہلی)

آخر جب قیامت سے پہلے رُوح واپس ہی نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے تو اس دُنیاوی قبر کے مُردہ سے سوال و جواب کیسا اور بغیر رُوح کے مردہ کا احساسِ راحت و اَلَم اور اُس کی چیخ و پکار کیا معنی؟

مناسب ہوگا کہ بخاری کی جس صحیح حدیث سے یہ معنی نکالے جاتے ہیں اُس پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اُس کی کیا کیا شرحیں کی گئی ہیں۔

### پہلی شرح

دفن کئے جانے والے مُردہ کا حساب و کتاب اتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو دفن کر جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سُن سکتا تھا یعنی وہ ابھی پلٹ کر اتنی دُور بھی نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اُس کا حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تشریح اس بنیاد پر ہے کہ مردہ بہر حال مردہ ہے سُننا سُننا اس کے بس کی بات نہیں۔ اُسے تو کوئی کچھ بھی نہیں سُن سکتا۔ جوتیوں کی آواز ہو یا کوئی اور بات، چاہے وہ اللہ کے آخری نبی ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔

إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ - (سورة النمل، آیت ۸۰)

ترجمہ: آپ مُردوں کو نہیں سُن سکتے۔

إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ - (سورة فاطر، آیت ۲۲)

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے سُنواتا ہے مگر (اے نبیؐ) آپ لوگوں کو نہیں سُن سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو نہ سُن سکنے کی مجبوری کی تہمت سے اپنی ذات کو پاک کیا ہے۔ دوسرے ضرور مجبور ہیں، وہ قبر کے مُردوں کو کچھ نہیں سُن سکتے۔ اس سے یہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ ہر مُردہ کو دفن کر جانے والے لوگوں کی جوتیوں کی چاپ سُنا دیتا ہے بڑی زیادتی کی بات ہے۔

حدیث بخاری کی اوپر والی تشریح، کہ یہ ادبی زبان اور کنایہ ہے، امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ (تقریر جنحوہی علیٰ مُسلم، کوکب النثری، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

### دوسری شرح

دوسری شری بخاری کے شارح الزین بن الممیر کی شرح ہے جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی بخاری کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں یہ ہے کہ حدیث میں العبد اذا وضع فی قبرہ وتولّٰی وذهب اصحابہ - حتیٰ اَنَّهُ لیسْمَعَ قرع نعالہم اناہ ملکان۔ (بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اُس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اُس کے ساتھی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے اُن کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اُس کے پاس



آجاتے ہیں) سے اُن دو فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو (برزخ میں) اُس کے پاس سوال و جواب کے لیے آتے ہیں۔

الزین بن المہیر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے تو دو ہوتے ہیں اور ضمیر جمع ہم نعالہم استعمال ہوئی ہے، نعالہما ہونا چاہیے تھا۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں ثنئیہ (دو) کے لئے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے:

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَا اِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمْعُوْنَ۔ (الشعراء، آیت ۱۵)

ترجمہ: فرمایا ہر گز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ میں فَاذْهَبَا ثنئیہ کی ضمیر ہے اور مَعَكُمْ میں جمع کی۔

اسی طرح بخاری کی حدیث خضر میں یہ الفاظ ہیں:

فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمَ اَنْ يَحْمِلُوْهُمَا۔ (صحیح

بخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۳، سطر ۱۵-۱۶)

ترجمہ: پس گزری ان دونوں (موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام) کے پاس سے ایک کشتی پس انہوں (جمع کا صیغہ) نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ اُن دونوں کو کشتی پر سوار کر لیں۔

فَكَلَّمُوْهُمَ کے ساتھ ساتھ فَكَلَّمَاہم بھی بخاری کی روایت میں ہے مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر۔ متن میں فَكَلَّمُوْهُمَ کو ہی ترجیح دی گئی ہے جو (ثنئیہ) کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حَتَّى اِنَّہٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِغَالِهِمْ اَنَّا مَلٰٓئِكٰتٍ مِّنْ نِّغَالِهِمْ اگر مَلٰٓئِكٰتٍ سے متعلق آیا ہے تو اسم مَلٰٓئِكٰتٍ سے پہلے اُس کی ضمیر ہم کیسے آگئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور سننے والے کے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف اُس کی ضمیر لے آئی جاتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

اِنَّا اَنْشَاْ نُهْنِۦۙ اِنْشَاْۙ فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْكَارًا۔ (سورة الواقعة، آیت ۳۵-۳۶)

ترجمہ: ہم نے اُن کو (اُن کی بیویوں کو) ایک خاص اُٹھان سے اُٹھایا ہے اور ہم اُن کو رکھیں گے کنواریاں۔ یا سورۃ طیس میں:

وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَہٗ۔ (سورة یس، آیت ۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے اُن کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔ اور یہ اُن کے شایانِ شان بھی نہیں۔

اب آخر میں فن دینداری کے حربے استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں؟

زبان و ادب میں حقیقت و مجاز کے باب کی وسعت کسے معلوم نہیں۔ اسد اللہ (اللہ کا شیر) کسی مومن کی بہادری کے اظہار کے لئے ہوتا ہے، اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ شیر کی تو دم ہوتی ہے اس کی دم کدھر ہے یا کوئی سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے معنی اصلی تلوار لے لے تو بہر حال خالد بن ولیدؓ نہ تو نولاد کے بنے ہوئے تھے اور نہ اُن کے دستہ تھا نہ دھار تھی۔

اور فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آجائے گی۔ جب بخاری اور مسلم کی احادیث میں آگیا کہ فرشتے لباس بھی پہنتے ہیں اور ہتھیار بھی لگاتے ہیں تو آخر جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اُس کی ہنسی اُڑائی جائے۔



## فرشتوں کا آلات جنگ پھنا

مُتَقَالِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ

(فوتو: صحيح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۷۰)

ترجمہ: ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں جبرائیل اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے اور اُن کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

بَابُ قُرْبِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَمُتَقَالِ اَخْبَرَنَا اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ  
هَذَا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ  
اِنَّهُ جَبْرِائِيلُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ وَاشْمَعْنَا اَسْرَاجَ الْيَوْمِ قَالَ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ

(فوتو: صحيح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۶۰)

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ خندق کے محاذ جنگ سے واپس آئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور کہا آپ نے تو ہتھیار اُتار دیئے لیکن ہم لوگوں نے ابھی تک نہیں اُتارے۔ اُن کی طرف (جنگ کے لئے) نکلے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کس طرف، جبرائیل نے کہا کہ اس طرف، اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس نبی ﷺ اُس طرف جنگ کے لئے چلے گئے۔

فرشتے جب نبی ﷺ کے علاوہ کسی کو نظر نہ آئے تب ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جب جنگ اُحد میں سعد بن ابی وقاصؓ نے دیکھے تو اُن کے بدن پر سفید کپڑے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے:

اَبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ  
بَابُ قُرْبِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَمُتَقَالِ اَخْبَرَنَا اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ بْنَ اَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَكُونُ فِي جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ

(فوتو: صحيح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۵۹۰)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُحد کے دن رسول ﷺ کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا جو آپؐ کے دفاع میں جنگ کر رہے تھے ان دونوں کے اوپر سفید کپڑے تھے اور وہ شدید جنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔

مسلم کی حدیث میں اس بیان کے بعد اُن کے نام جبرئیل اور میکائیل علیہما ؑ والسلام بھی آئے ہیں۔ (مسلم عربی، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲)

بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر و حنین میں اُن کے سروں پر رنگین عمامے تھے۔ کپڑے، ہتھیار، عمامے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جو تے نہیں پہن سکتے۔ بزرخ میں انسانوں کے پاس آنیں تو لازم ہے کہ نگے بدن، نگے سر اور نگے پیر آنیں، ورنہ اپنے استدلال کے پائے چوبیس کی طرح سخت بے تمکینی کا مُد او مشکل ہو جائے گا۔

ان سارے دلائل کے بعد بھی صبر نہیں ہو پاتا اور کہا جانے لگتا ہے کہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز کیا معنی، وہ اڑ کر آتے ہیں چل کر تو نہیں۔ اب اگر بخاری کی حدیث جبرئیل کے یہ الفاظ سامنے رکھ دیئے جائیں:

... اَنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ اِذْ اُتَاهُ رَجُلٌ 'يَمْشِي' ... (صحیح بخاری، تفسیر سورة لقمان، جلد ۲، عربی صفحہ ۷۰۴)

ترجمہ: ... رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ کھلے بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس ایک صاحب (جبرئیل) چلتے ہوئے آئے ... تو کیا کریں گے۔

بخاری کی اس حدیث کی تیسری شرح ان لوگوں سے منقول ہے جو قرآن اور حدیث کے فیصلہ کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ دنیاوی قبر کا مردہ رُوح کی واپسی کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے اور اسی مُردہ سے سوال و جواب ہوتا ہے اور اس کے بعد اسی پر عذاب و راحت کا قیامت تک کا دور گزرتا ہے۔

اور اس بات کے ثبوت میں براء بن عازبؓ سے منسوب زاذان کی اس روایت کو دلیل بناتے ہیں جس کو اہل علم نے منکر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے اصل راوی زادان میں شیعیت ہے۔ اور وہ اپنے مخصوص عقیدہ کو روایت کی شکل میں لے آیا (اس روایت پر تفصیلی بحث ہماری کتابوں، "یہ مزار یہ میلے" اور "ایمان خالص" قسط دوم میں موجود ہے۔) حالانکہ بخاری کی اس صحیح حدیث کی دو اور شرحیں بھی ہیں جو نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے نہیں ٹکراتیں، لیکن کیا کیا جائے۔ پسند بہر حال اپنی پسند ہوا کرتی ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن انسان زندہ ہوگا:

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (سورة المومنون، آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ: پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آ کر رہے گی۔ اور اُس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے۔

آخر قبر کا مردہ قیامت سے پہلے قبر میں کیسے زندہ ہو جاتا ہے تو جواب نہیں ملتا۔ پوچھا جائے کہ:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَانًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورة البقرة، آیت ۲۸)

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی۔ پھر وہی تمہاری جان سلب کرے، پھر تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سورة البقرہ کی اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ زندگیاں تو صرف دو ہیں آخر قبر دنیا کی یہ تیسری زندگی آپ کہاں سے لے آئے تو چپ ہو جاتے ہیں اور بس۔

عرض کیا جائے کہ سورة المومن میں قیامت کے فیصلہ کے وقت کفار کہیں گے:

قَالُوْا رَبَّنَا اٰمَنَّا اِثْنَيْنِ وَاٰحِيْنًا اِثْنَيْنِ فَاَعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَيِّلٍ ۝ (سورة المومن، آیت ۱۱)

ترجمہ: کافر کہیں گے اے ہمارے رب تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں۔ کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے۔

بتائیے کہ دو زندہ گیوں اور دو موتوں کے بعد یہ تیسری زندگی اور تیسری موت کیسی، تو سنہیل کر

ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مردہ کو گائے کے گلڑے سے مار کر زندہ نہیں کیا گیا۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ نہیں کر دیا کرتے تھے، اُس شخص کی راکھ کو کیا اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے زندہ نہیں کیا جس نے اولاد کو وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو جلا کر راکھ سمندر میں بہا دیں۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تین زندگیاں اور تین موتیں ہوتیں ہیں۔ کہا جائے کہ یہ تو انبیاء کے معجزات اور اللہ کی کرشمہ کاری کی نشانیاں ہیں تو سر ہلنے لگتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا کہ رُوح کا تھوڑا سا تعلق اس قبر والے مردہ جسم سے بہر حال باقی رہتا ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر قرآن کے اس فرمان کا کیا ہوگا کہ قبر کے مُردے بالکل مُردہ ہیں اُن میں جان کی رُمق تک نہیں ہے۔

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ۔ (النحل، آیت ۲۱)

ترجمہ: مُردے ہیں، جان کی رُمق تک نہیں۔

اور

وَمَنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ط (سورة المومنون، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔

قرآن کی ان آیتوں کی وضاحت کے بعد مُردہ بدن سے جان کا تھوڑا سا تعلق بھی کیا معنی؟ تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

یاد دلایا جائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ کفار کا یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے، اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔

عِظًا مَّا وَّرَقَاتًا۔ (سورة بنی اسرائیل، آیات ۴۹-۹۸)

ترجمہ: تو پھر ہمیں کون بنا کر زندہ کرے گا۔

جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ مٹی انسان کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ (سورة ق، آیت ۴)

مزید برآں بخاری اور مسلم کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے بیان کرتی ہے کہ عجبُ الذنب کے علاوہ مٹی جسمِ انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔ اب بتایا جائے کہ قرآن وحدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبر دنیا کے مُردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا۔ کافر گرز کی مار کے بعد کیسے چنٹا رہے گا، کان کہاں ہوں گے جو زیارت کرنے والے مومن کا سلام سنیں اور زبان کہاں ہوگی کہ جواب دے۔ آنکھیں کس طرح دیکھیں گی، اور گھر والوں کے اعمال کس کے اوپر پیش کئے جائیں گے اور یہ جو بڑے بڑے مشہور حضرات اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے مثلاً امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ (ہماری کتاب کے آخر میں فتاویٰ ملاحظہ فرمائیے) اُن کی حمایت میں آپ کے پاس کیا دلیل ہے تو دلیل سامنے نہیں آتی اور قلیب بدر کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے۔

قلیب بدر کے واقعہ کی پوری تفصیل ہماری کتاب "یہ مزار یہ میلہ" میں موجود ہے۔ جہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے، اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ اکرامؓ میں صرف دو رائیں ہیں۔ عائشہؓ سننے سے "علم" مراد لیتی ہیں اور عبداللہؓ بن عمرؓ اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنا دیا جاتا ہے، یہ کسی صحابی کا عقیدہ نہیں تھا۔ مگر لوگوں نے کس خوبصورتی کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکال لی۔ اگر قلیب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سننے لگے تو پھر اُن کو موت کب آئے گی اور کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا۔



اور اگر کہا جائے کہ بخاری کی اس حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے:

حزبہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا أَبُو سَمْعَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
عَلَيْهِ سَلَامٌ أَنَّهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا وَاهٌ لَمْ تَعْزِبْ فِي قَبْرِهَا

(فوٹو: صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ: عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ (عورت) پر گزرے (قبر پر نہیں) اس پر اس کے گھر والے رورہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رورہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

اور مسلم میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور لوگ اس یہودی کے اوپر رورہے تھے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ رورہے ہیں اور اسے عذاب ہو رہا ہے۔ (مسلم عربی، جلد ۱، صفحہ ۳۰۳)

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی زمین کے اوپر تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودی عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دنیاوی نہیں۔ اور یہی بات مسلم کی حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔

## کلام المیت علی الجنازہ (مردہ کا کلام جنازہ پر)

بخاری اس حدیث کے بعد انہی کی دوسری حدیث کو لا کر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ کا ندھے پر جب اٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے۔ نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور بُرا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے کہاں لئے جا رہے ہو، بھائی اس حدیث میں تو صاف آگیا کہ یہ مردہ ہے زندہ نہیں۔ پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا۔ رہا اس کا بولنا تو قرآن کی مشابہات کی طرح اس حدیث کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ رُوح بولتی ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے۔ بہر حال یہ مردہ، مردہ ہے زندہ نہیں... بخاری نے بھی باب باندھ کر بتلایا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں۔

گزارش کی جائے کہ دنیاوی زندگی کی ایسی دلیل سے فائدہ جب آپ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کئے جانے کے بعد ہی مردہ میں جان ڈالی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر، دفن کر جانے والے قدموں کی چاپ سننے لگتا ہے۔ پھر، دفن کرنے سے پہلے زندہ ہو جانے کو دلیل بنانا آپ کے لئے تو مناسب نہیں ہے، تو سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ اور...

## دو قبروں پر ٹھنیوں کا لگایا جانا

ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی حدیث ہے کہ نبی ﷺ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں (بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں) ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا ادھر کی سنی ادھر کہتا پھرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور دو حصے کر کے ایک ایک حصہ قبر پر لگا دیا اور کہا مجھے امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ ان پر عذاب میں کمی رکھے گا۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹھنیاں لگائی گئیں تھیں انہی قبروں کے اندر ان دنوں مردوں کو



عذاب دیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مُردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی، اور ظاہر ہے بغیر روح کے عذاب و راحت بے معنی ہیں۔ اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لے کر قرآن وحدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے اس عمل سے صحابہؓ کے ذہنوں میں اُسی بات کو راسخ کرنا چاہتے تھے جس کو آپؐ نے عائشہؓ سے خطاب کر کے یوں ارشاد فرمایا تھا:

**يَا عَائِشَةُ إِنَّا لَمْ نُحَقِّرَاتِ الذُّنُوبَ فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللَّهِ طَلِبًا۔**

ترجمہ: اے عائشہؓ حقیر سمجھنے والے لگنا ہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے فرشتے ان کو بھی لکھتے رہتے ہیں۔

آپؐ اپنے اس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہؓ کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کر دینا چاہتے تھے۔ جیسے ایک لیکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختہء سیاہ پر بھی اُسی کو لکھا جاتا ہے تاکہ کان کا سُنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔ پھر آپؐ نے دو شخصیں لگا کر جو یہ کہا کہ اللہ سے اُمید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی اُن پر عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی، تو آپؐ کی یہ سنت تھی کہ اگر تعلیم و تربیت کے پیش نظر، کسی مومن کے خلاف آپؐ کوئی بات کرتے تو کسی نہ کسی طرح اُسے نفع پہنچا کر اُس کی تلافی بھی کر دیتے۔ یہ دُعا بھی اُسی طرح کی ہے۔

رہا یہ کہ شاخیں دنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں، تو ان دُنیاوی قبروں پر اس لئے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر اُن کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا۔ صرف یہ بتانا تھا ان قبروں میں جو مُردے دفن کئے گئے تھے اُن پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطلاع غیب اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اب اس حدیث کی من مانی تشریح کر کے اس سے یہ نکالنا کہ انہی دنیاوی قبروں میں، دُنیاوی جسموں پر عذاب ہو رہا تھا، بڑی جسارت اور نبی ﷺ پر کتاب اللہ کے جھٹلانے کا غلط الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کتاب اللہ کی تمہین، تشریح اور تائید کیلئے بھیجے گئے تھے اُس کو جھٹلانے کے لئے تو نہیں:

**وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔** (سورۃ النحل، آیت ۴۴)

ترجمہ: اور ہم نے یہ قرآن آپؐ پر نازل کیا تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے اس کی تشریح اور توضیح کرتے جائیں جو اُن کیلئے اتارا گیا ہے اور لوگ غور و فکر کریں۔

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار، بریدۃ الاسلامیؓ کی وصیت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری باب "الجرید علی البقر" لا کرتلاتے ہیں کہ یہ اُن کی بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبد اللہ بن عمرؓ نے جب عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا:

**يَا غَلَامُ اِنْزِعْهُ، فَاِنَّمَا يُظَلُّهُ عَمَلُهُ۔** (صحیح بخاری، عربی جلد ۱، صفحہ ۱۸۱)

ترجمہ: اے لڑکے خیمہ ہٹا دے ان کے اوپر تو اُن کا عمل سایہ کرے گا (شاخ یا خیمہ نہیں)۔

## قبر کی وسعت و تنگی

اسی طرح ”قرع فعال“ کی بخاری کی حدیث میں قتادہ کا یہ اضافہ کہ:

**وَذَكَرْنَا اَنَّهُ يَفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ**

ترجمہ: ہم سے ذکر کیا گیا کہ اس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

سے یہی دنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے اس زمین کے حدود و اربعہ میں اس تغیر کی گنجائش

کہاں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل ترمذی کی روایت کے سلسلے میں آگے آئے گی۔

## مسلم کی حدیثیں

بخاری کی حدیث کے بعد مسلم کی حدیثوں کو بھی اپنے غلط عقیدہ کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ:-

1۔ نبیؐ چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپؐ کا خچر بدکا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ قبریں کن لوگوں کی ہیں۔ بتایا گیا کہ مشرکوں کی۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے ان مشرکوں پر ان کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہے تھے۔ اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا۔ کتنے خچر، گدھے اور گھوڑے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں، ایک نہیں بدکتا۔ دراصل یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا کیونکہ اللہ غیب کی باتوں کا اظہار اور اس کی اطلاع صرف اپنے رسولوں کو دے دیتا ہے کسی اور کو نہیں۔

وَمَا كَا نَالِلَهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ص۔ (سورة آل عمران، آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے۔ (غیب کی خبریں بتانے کیلئے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ اور

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ۔ (سورة الجن، آیت ۲۶)

ترجمہ: اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے۔

نبیؐ کے معجزہ کو معمول بنا کر اپنے عقیدہ کے ثبوت میں پیش کرنا بلا کی چابک دستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاص واقعہ کے ظہور کے ذریعہ نبی ﷺ کی زبان سے اسی طرح کفار پر برزخی عذاب کی حقانیت کو صحابہ گرام کے ذہنوں میں محفوظ فرمادیا جیسے دو مومنوں کی قبروں پر شاخیں لگا کر محفوظ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے اور مواقع بھی بہم پہنچائے ہیں تاکہ نبی ﷺ صحابہؓ کی توجہ اس طرف مبذول کر کے غیب کی حقیقتوں کو ان پر واضح فرمادیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کیساتھ تھے کہ ایک زور کے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبیؐ نے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو خبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور اب وہ اس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اس کی آواز سنی ہے۔ (صحیح مسلم، عربی جلد ۲، صفحہ ۳۸۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے معجزہ کے طور پر آپؐ کے صحابہؓ کو بھی جہنم کے قعر میں پتھر کے گرنے کی آواز سنوادی لیکن معجزہ بہر حال معجزہ ہوتا ہے معمول نہیں جس طرح اس واقعہ سے یہ نکالنا کہ جہنم کی آواز بغیر معجزہ کے بھی سنی جاسکتی ہے اور جہنم کہیں قریب ہے صحیح نہیں، اسی طرح خچر کے بدکنے سے یہ نکالنا بھی صحیح نہیں کہ انہی دنیاوی قبروں کے عذاب اور عذاب والوں کی چیخ و پکار سے وہ بدکا تھا۔

## عمرو بن العاصؓ کا واقعہ

مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا (وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ) تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس

رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسولوں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں، الفاظ یہ ہے:

ثُمَّ أَقِمُوا أَحْوَالَ قَبْرِى قَدْرَ مَا يَنْحَرُ جُزُورٌ يُقْسَمُ لِحَمِّهَا حَتَّى اسْتَأْنَسَ  
اعْلَمَ مَا ذَا رَجَعَ بِهِ رَسُلَ رَبِّى

یہ سکرَاتِ المَوْت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں ”وَهُوَ فِى  
سَبَاقِ الْمَوْتِ“ ایسے وقت کی بات جب آدمی اپنے آپے میں نہ ہو قرآن وحدیث کے نصوص کو کیسے  
جھٹلا سکتی ہے۔ خود نبی ﷺ کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے۔

بخاری روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپ ﷺ  
پر بیماری کی شدت تھی، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤں میں تمہارے لیے وہ لکھ دو کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔  
تو بعض صحابہ جن میں عمر بن خطابؓ بھی شامل تھے نے کہا کہ آپ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پر  
یشانی کی کیفیت طاری ہے، اسی کے زیر اثر آپ ﷺ فرما رہے ہیں اس لیے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے  
الفاظ یہ ہیں:-

أَهْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (نسخة البخاری، صفحہ ۶۳۸، جلد ۲، عر  
بی، حاشیہ ۴، وفی بعضها اھجر من باب الافعال یعنی اھجر)

اللہ کا شکر ہے کہ بخاریؒ نے یہ بات لا کر صحابہؓ کے دشمن ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو  
کہتے ہیں کہ عمرؓ سے پہلے منکر حدیث ہیں اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ان کی بات ماننے کے بجائے اپنی  
چلاتے تھے بخاری نے دکھایا کہ اس موقع پر عمرؓ کا یہ کہنا ہے ایک علت کی وجہ سے تھا جیسے نبی ﷺ کے اس حکم پر  
کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہ لکھا جائے علیؓ  
نے صلح نامہ میں لکھے ہوئے محمد رسول اللہ سے رسول اللہ کا لفظ ہٹانے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ کی یہ رائے ان کے  
اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقہ شمار کی جاتی ہے اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ  
میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہو سکتی ہے۔

بعض صحابہ نے کہا کہ ”نہیں لکھو الینا چاہیے“ اس طرح آوازیں بلند ہوئیں اور نبی ﷺ نے  
اپنے پاس سے اٹھ جانے کا حکم دیا اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ چار دن اور حیات رہے لیکن آپؐ نے پھر ایسا  
کوئی حکم نہ دیا۔ اس طرح عمرؓ کا خیال صحیح ثابت ہوا۔

وفات سے چار دن پہلے جب نبی ﷺ بیماری کی وجہ سے بحرانی کیفیت طاری ہو سکتی ہے تو  
کیا عمرو بن العاصؓ پر اس وقت جبکہ وہ عین سکرَات کی حالت میں ہوں، طاری نہیں ہو سکتی اور وہ ایسی  
بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر پورے ہوش و حواس ہوتے تو کبھی نہ کہتے۔ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ان کے  
بیٹے عبد اللہ بن عمروؓ اور دوسرے حضرات نے ان کی وصیت پر عمل بھی کیا تب تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ  
عبد اللہ بن عمروؓ اور دوسرے حضرات کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد عمرو بن العاصؓ پھر  
زندہ ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

مزید برآں مسلم کی اس روایت کے متن اور سند دونوں پر کلام ہے متن میں ہے کہ دفن کرنے  
کے بعد تم میری قبر پر مٹی ڈالو اور اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا  
جاتا ہے۔ تاکہ میں تم سے انس حاصل کر کے اللہ کی طرف سے آنے والے فرشتوں کو صحیح جواب سکوں۔ ”اس  
بات میں پورے قرآن کی نفی ہے قرآن کے لحاظ سے دفن کئے جانے والے مردے میں نہ تو زندگی ہوتی ہے  
اور نہ احساس۔“ سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابو عاصم (النبیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو عقلی اپنی



کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابو العباس نباتی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول پیش کر کے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء للعقيلي ورق ۱۷۱، میزان الاعتدال الجزء الثاني، صفحہ ۲۲۵)

## موسیٰ علیہ السلام کا اپنی نماز پڑھنا

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپ موسیٰؑ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں:-

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرَى بِي عِنْدَ الْكُتَيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يَصَلِّي فِي قَبْرِهِ۔ (صحیح مسلم عربی، جلد ۲، صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا میں موسیٰؑ کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث سے قبر کے شیدائوں نے "قبر میں زندگی" کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ، موسیٰؑ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰؑ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادانرانی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں مانتے، ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰؑ کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء محمد ﷺ سے پہلے براق اور جبرئیلؑ کی رفاقت کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء ہی نہیں بلکہ زندہ نبی ﷺ بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی، پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو انکو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ جبرئیلؑ سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ **مَنْ هَذَا يَا جِبْرِئِيلُ** (یہ کون صاحب ہیں اے جبرئیل) اور جبرئیلؑ نے بتلایا کہ **"هَذَا اَدَمُ"** (یہ آدم ہیں) **"هَذَا عِيسَى"**، **هَذَا مُوسَى**، **هَذَا اِبْرَاهِيمُ**۔" (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۴۷۱-۴۷۰، حدیث معراج عن ابی ذؤاد، مسلم، جلد ۱، صفحہ ۹۲-۹۳) تو جواب میں پُچھ سادھ لی جاتی ہے۔

در اصل معراج کی پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا ان کو ان کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل و صورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا، وہ آسمانوں سے نیچے اتر کر نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے۔ ورنہ یہاں اُن کو دیکھ کر جب نبی ﷺ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبرئیلؑ سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مزید برآں نبی ﷺ نے اُوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی، نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

## نبی ﷺ کی قبر والوں کیلئے دُعا

مسلم کی ایک اور روایت لائی جاتی ہے کہ نبی ﷺ قبر پر نماز ادا فرمائی اور کہا کہ ان قبروں کے اندھیروں کو اللہ تعالیٰ میری دُعا (صلاتی) سے نورانی کر دیتا ہے الفاظ یوں ہیں

اِنَّ هَذَا الْقَبْرَ مَمْلُوءٌ ظِلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يَنْوِّرُهَا لِهَمِّ

بصلاۃتی علیہم۔ (مسلم، جلد ۱، صفحہ ۳۱۰-۳۰۹)



اگر اس سے بھی دنیاوی قبر مراد لی جائے تو پھر تو ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں، کوئی نیک کوئی بد۔ ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اصل بات یعنی برزخ کی قبر مان لی جائے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ غرض ہر صحیح روایت کے مختلف معنوں میں سے صرف اپنے پسندیدہ معنی لے کر لوگوں نے دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ کر دکھایا ہے۔ یہ ان حضرات کا کمال ضرور ہے۔ لیکن افسوس یہ نہ دیکھا کہ اس طرح نصوص قرآنی اور واضح ارشادات نبوی ﷺ کا جو انکار لازم آئے گا اس کا علاج کیا ہوگا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہی حضرات جو امام احمد بن حنبل کی اس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ ملک الموت کے رُوح کو قبض کرنے کے بعد اسی قبر کے مردہ کے جسم میں لوٹا بھی دیا جاتا ہے اور وہ پھر زندہ ہو جاتا ہے، دورانِ گفتگو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ نیک انسانوں کی روحيں علیین میں اور برے لوگوں کی سچین میں رکھی جاتی ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس تضاد بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ روحيں اگر قبض کرنے کے بعد مرنے والوں کے جسموں میں پھر لوٹا دی گئیں تو اب روحيں بچی کہاں کہ علیین اور سچین میں رکھی جائیں پھر اگر کہا جائے کہ علیین اور سچین روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں بلکہ نیکو کاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كَلَّا اِنْ كُنْتُمْ لَفِي سَجِنٍ ۭ وَمَا اَدْرَاكُمْ مَا سَجِنٍ ۭ ۭ كِتٰبٍ ۭ مَّرْقُومٍ ۭ ط (سورة المطففين، آیت ۸-۹-۷)

ترجمہ: ہرگز نہیں، فاجروں کے اعمال نامے سچین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ سچین کیا ہے۔ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔

كَلَّا اِنْ كُنْتُمْ لَفِي عَلِيْنٍ ۭ وَمَا اَدْرَاكُمْ مَا عَلِيْنٍ ۭ ۭ كِتٰبٍ ۭ مَّرْقُومٍ ۭ ط يَّشْهَدُ هٗ الْمَقْرُبُوْنَ ط (سورة المطففين: ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بے شک نیکو کاروں کے اعمال نامے علیین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ علیین کیا ہے، وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اُس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔

تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا یہ بات پہلی مرتبہ آج ہی سنی ہے۔

قرآن کی اس بات کے انکار کی جرأت نہ پا کر دوسری آیت کو پیش کیا جانے لگتا ہے کہ دیکھو ان لوگوں کے لئے جو ہمارے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے استکبار کرتے ہیں آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ ثابت ہوا کہ ان کی روحيں دنیا ہی میں رہتی ہیں۔ جواب میں کہا جائے کہ یہ قرآن کی ادبیانہ زبان ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال، ان کی دعاؤں اور خود ان کی ہرگز پزیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کئے جائیں گے تو یقین نہیں آتا اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ چلئے مانا کہ روحيں دنیا میں رہتی ہیں، لیکن قرآن کا ارشاد ہے کہ قیامت سے پہلے یہ اپنے جسموں میں واپس نہیں جاسکتیں، تو کیا اس دنیا میں بھٹکا کرتی ہیں اور ان لوگوں کا عقیدہ آپ کے خیال میں درست ہے جو بدروحوں کی ایذا رسانی کے قائل اور بھوت پریت کے ماننے والے ہیں، تب بھی ہامی نہیں بھری جاتی اور یکا یک رخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ اچھا قبر میں مردہ سے نبی ﷺ کی شبیہ دکھا کر جو یہ پوچھا جاتا ہے کہ:

مَا كُنْتُ نَقُولُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ

ترجمہ: کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا۔

یہ کیا معاملہ ہے کیا یہ اشارہ قریب ہے اور مردہ سے خطاب کا انداز نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ یہ مردہ بھی دنیاوی قبر میں زندہ اور نبی ﷺ کی شبیہ بھی فرشتوں کے پاس موجود۔ شبیہ کونہ مانا جائے تو پھر

ماننا پڑے گا کہ مردہ کیلئے کشف کا انتظام ہوتا ہے اور وہ نبی ﷺ کو اپنی قبر سے دیکھتا ہے تب ہی تو جواب دیتا ہے۔ کہا جائے کہ یہ بات میت سے فرشتے کہتے ضرور ہیں مگر اس دنیاوی قبر کے بجائے برزخ میں، اور طہدا کا اشارہ مجاز ہے، اس سے مراد عہدِ ذہنی ہے۔ جیسے شام میں... نبی ﷺ کے دعوتی فرمان کے بعد ابوسفیان بن حربؓ کو بلوا کر ہر قل نے کہا تھا کہ:

انّی سائل "هذا عن هذا الرجل" - (صحيح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۴)

ترجمہ: میں اس سے (ابوسفیانؑ سے) اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا۔ حالانکہ نبی ﷺ وہاں سے سیکڑوں میل دور مدینہ میں تھے۔ رہا شہید اور کشف کا معاملہ تو اس کی کوئی اصل نہیں، تو رہا مان جاتے ہیں۔

آخر میں ترمذی کی ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت لا کر اپنی طرف سے گویا اتمامِ حجت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:-

[illegible]

ترجمہ: عطیہ روایت کرتا ہے کہ ابو سعید (محمد بن السائب کلبی، ابو سعید الخدریؓ نہیں) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کیلئے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرو تو وہ تم کو اس کیفیت سے باز رکھے جس میں تم کو مبتلا پارہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو۔ میں پردیس کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیٹرے مکڑوں کا گھر ہوں، اور جب قبر میں مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے، اور کہتی ہے کہ تو میرے نزدیک بہت ہی محبوب تھا ان لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے تھے اب کہ تو میری آغوش میں آیا اور میرے قبضے و اختیار میں ہے دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کس بھلائی کا سلوک کرتی ہوں۔ پھر کہا گیا کہ قبر اس مومن بندے کے لئے حدنگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے۔ اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ اس قبر میں کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک فاجر اور کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا ”نامبارک و ناپسندیدہ“ تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں سب سے برا تھا۔ پس اب کہ تو میرے قبضہ میں آئی گیا تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا براسلوک کرتی ہوں۔ کہا گیا کہ اب یہ قبر اس کو باقی اور بچھتی ہے، یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتایا کہ اس طرح۔ پھر اس پر ایسے ستر اڑھے مسلط کر دیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اڑدھاز زمین میں پھنکار مار دے تو جب تک دنیا باقی ہے زمین کوئی چیز بھی نہ اگا پائے۔ یہ اڑدھے اس کو برابر ڈستے اور بھنجوڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اسے حساب کیلئے لے جایا جائے گا۔ پھر راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے

ایک گڑھا۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے اور سند کے علاوہ دوسری سند مجھے معلوم نہیں۔)  
 (ترجمہ روایت ترمذی، عربی جلد ۲، صفحہ ۶۹)

اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ ان کی اپنی بات کی تائید کرنے کی بجائے مخالف رائے رکھنے والوں کی بات کو صحیح بتاتی ہے۔ روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر ستر اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اگے۔ اب دیکھئے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور ان میں کتنے اژدھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے پھر بھی زمین پر سبزہ بھی اگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہو سکتا کہیں اور ہوگا۔ اسکے بعد ذرا اس روایت کے حال پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوسعید، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور ابوسعید سے عطیہ (بن سعد بن جنادہ) جیسے فوٹو سے صاف ظاہر ہے اب اس عطیہ کا جو ابوسعید کہہ کر روایت کرتا ہے حال ملاحظہ فرمایا جائے۔

### عطیہ بن سعد بن جنادہ

امام مسلم کہتے ہیں کہ احمد نے عطیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیہ "الکلی" کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور الکلی کی کنیت اس نے اپنی طرف سے ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھ سے ابوسعید نے حدیث بیان کی۔

ابو احمد الزبیری کہتے ہیں کہ میں نے "الکلی" کو کہتے ہوئے سنا کہ عطیہ نے کہا میری کنیت ابوسعید رکھ لی ہے۔ وہ اہل کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ عطیہ نے ابوسعید الخدریؒ سے احادیث سنی ہیں لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو وہ "الکلی" کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا اور اپنی ساری صفات کیساتھ، پس جب "الکلی" کہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا (حالانکہ "الکلی" صحابی نہیں تھا، اس کی شیعیت کا بیان اور اس کی صفات کا ذکر آگے آ رہا ہے) تو وہ اسے حفظ کر لیتا اور "الکلی" کی کنیت جو اس نے اپنی طرف سے ابوسعید رکھ لی تھی اس سے روایت کرتا اور کہتا کہ مجھ سے ابو سعید نے روایت کی اور لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا کہ یہ ابوسعید الخدریؒ کی روایت ہے حالانکہ اس سے مراد "الکلی" ہوتا۔ اس سے حدیث لکھنا حلال نہیں۔ الا یہ کہ کوئی عجائب و غرائب بیان کرنا چاہے۔ ابو بکر الہزار نے کہا وہ شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶)

### محمد بن السائب "الکلی"

عطیہ کے بعد اس کے استاد محمد بن السائب "الکلی" کا حال سیکھے جس کو اس نے ابوسعید کی کنیت سے نوازا تھا۔

معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک ان میں سے الکلی ہے۔ اور انہی سلیمان سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کی کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں ایک الکلی اور دوسرا السدی (محمد بن مردان جس کی مشہور روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کہا کہ جو میری قبر پر درود سے پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دُور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)۔

الزائدۃ نے کہا میں "الکلی" کے پاس آیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اس کو یہ کہتے ہوئے سنا



کہ میں بیمار ہوا اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ پس میں آل محمدؐ کے پاس آیا انہوں نے میرے منہ میں تھوکا اور بھولا ہوا سب مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ اس بات پر میں نے اسے ترک کر دیا۔

ابو جہزؓ نے کہا کہ "الکھمی" کافر ہے میں نے اُس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام، نبی ﷺ پر وحی کر رہے تھے کہ نبی ﷺ کسی کام سے اٹھ گئے اور علیؑ آپ کی جگہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے علیؑ پر وحی نازل کر دی، یزید بن زریع نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بات تو نہیں سنی لیکن میں نے اسے سینہ کو بی (ماتم) کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے۔ وہ کہتا جاتا تھا کہ میں سہائی ہوں، میں سہائی ہوں۔ عقلی کہتے ہیں کہ سہائی روافض کی وہ شاخ ہے جو عبد اللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں جو رجائی نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے۔ الساجی کہتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا۔

(تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۱۸۰-۱۷۸)

اب عطیہ اور اس کے استاد، جعلی ابوسعیدؓ "الکھمی" کی اس روایت سے یہ استدلال کہ قبر کے دو گز زمینی گڑھے میں روح پھر واپس آ جاتی ہے اور مردہ زندہ ہو کر دیکھنے، سننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ مومن ہے تو اس کی قبر کے حدود اور بعد میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ قبر حدنگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، جنت کی کھڑکی اس میں کھل جاتی ہے۔ اور اگر فاجر اور کافر ہے تو یہی قبر دب جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور سترز ہر پیلے اثر دے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے اور بھنبھورتے رہیں گے اور ہر ایک ان میں ایسا زہریلا ہے کہ اگر زمین میں ایک پھونک مار دے تو قیامت تک زمین کوئی چیز نہ اگا پائے۔ کہا جائے کہ ایک قبر میں مومن اور کافر دونوں کے بدن کے اجزا موجود ہیں تو کیا دونوں پر جنت کی ہوائیں چلیں گی اور دونوں کو زمین دبائے گی، مومن کے بارے میں تو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے، تو فوراً مسند احمد کی منکر روایت پیش کر دی جاتی ہے کہ کیا سعد بن معاذؓ کو زمین نے نہیں دبایا تھا۔ معاذ اللہ۔ جس صحابی کی موت پر بخاری کی حدیث یہ بیان کرے کہ عرش الہی جنہش میں آ گیا اس کے ساتھ قبر کی زمین کا یہ سلوک۔ حالانکہ عطیہ کی اس کی جھوٹی روایت کے لحاظ سے تو اس کو حدنگاہ تک وسیع ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا طرفہ تماشا، کیا بوالعجبی ہے۔

ترمذی کی اس روایت میں عطیہ اور "الکھمی" عرف ابوسعیدؓ کی، صحابہؓ دشمنی صاف جھلک رہی ہے، ان دونوں نے ان کی موت سے غافل، قہقہے لگانے والا ظاہر کیا ہے۔

بات صاف ہو گئی اور یہ معمولی بات ہے بھی نہیں، بلکہ یہ ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسول ﷺ کا معاملہ ہے، جس طرح عذاب قبر کا انکاری بہر حال ایمان دار نہیں ہے اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اس دنیاوی قبر کے مردہ میں روح واپس آ جاتی ہے۔ اسی کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے، سوال و جواب ہوتا ہے اور اب اُسی پر قیامت تک دنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا رہے گا وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ نے حجت تمام کر دی۔ آج حال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہؓ، امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ ہیں جن کا فیصلہ یہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آ سکتی اور نہ دنیاوی جسم سے اس کا کسی قسم کا کوئی تعلق باقی رہتا ہے، یہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رتق تک نہیں ہوتی "دوسری طرف...

امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ایک جم غفیر ہے، جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آنے کا قائل اور اسی دنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے



حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں، ان میں زمین و آسمان کی دوری اور ایمان و کفر کا فرق ہے۔ ایک کا ماننے والا بہر حال دوسرے کا کافر ہے۔ اب کہ **قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ**۔ لوگوں کو اختیار ہے، جس کا دل چاہے قرآن اور حدیث کی بات مانے اور جس کی مرضی میں آئے وہ گلہائے عقیدت کی رنگینیوں کے فسوں سے از خود رفتہ ہو کر... شوقِ گلِ بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دے۔

امت کی بد نصیبی کہ آج عذابِ قبر کے اس عظیم مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، حالانکہ دنیاوی قبر میں عذابِ قبر کا اثبات "حیات فی البقر" کے ہم معنی اور قبر پرستی کے شرک کی اصل اور بنیاد ہے اسی لئے شیطان نے اس مسئلہ میں اس وقت کہ نبی ﷺ کی میت مبارکہ ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی امت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی، عمر بن خطابؓ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ کا کرم کہ ابو بکر صدیقؓ نے دشمنِ ایمان کے اس وار کو اسی پر الٹ دیا اور دو صدیوں تک اس کی ایک نہ چلی۔ پھر ۲۲۰ھ کے مسئلہ خلقِ قرآن کے، ہیر و امام احمد بن حنبل پر اس کا وار ہوا۔ افسوس کہ تاب نہ لاسکے۔ اب ان کی شہرت اور ان کیساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اس ازلی دشمن کو، قبر پرستی کے شرک کی بنیاد کہ مرنے والا دنیاوی قبر میں زندہ ہے۔ امت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقع مل گیا، پھر دنیا بھی لٹی گی اور آخرت بھی برباد ہو گئی۔ اور آج ہر طرف شرک و کفر کے سیاہ سائے راج کر رہے ہیں۔ آئیے! کہ اللہ کا نام لے لے کر اصلاحِ حال کے لیے سر دھڑکی بازی لگا دیکھیں اور اللہ غالب و توانا پر جس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے توکل کریں۔

اگلے صفحات پر مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقیدوں کے فوٹو موجود ہیں جو یہ ثابت کر رہے ہیں کہ تبع تابعین کا زمانہ گزرتے ہی اس باطل عقیدے کو ہمہ گیر قبولیت حاصل ہو گئی اور آج تک حاصل ہے۔

## آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو منائے اور تو حید خالص کو پھیلانے کیلئے ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہو؟ اور... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں باطل کو منا کر حق کے قیام کیلئے ہمارے ہم سفر بنیں؟

## نوٹ

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں۔ خط لکھ کر ہم سے ہماری دوسری کتابیں بھی طلب فرمائیے۔

# فوٹو عقائد مشاہیر علماء مسالک

## دیوبند

بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب، محمود الحسن صاحب، اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہ

## عقیدہ دربارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آل حضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔

(فوٹو المہند (عقائد علماء دیوبند، مرتبہ) مولانا خلیل احمد صاحب ص ۱۶ مطبوعہ قرآن محل کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی کے بارے میں انکا عقیدہ ہے:

”وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ و عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔“

(عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔ دارالاشاعت۔ صفحہ نمبر ۲۱۹)

## بریلی بانی مسلک احمد رضا خان صاحب

عرض: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیا کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ایسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دینیہ ہیں ان کا ترکہ بانٹنا جائز ہے گا ان

کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن

عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

نوٹو: ملفوظات العکھڑت احمد رضا خان صاحب بریلوی ص ۳۲ حصہ سوم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

## تبلیغی جماعت

تبلیغی جماعت کا عقیدہ صرف یہی نہیں ہے کہ نبی ﷺ اپنی مدینہ والی قبر کے اندر زندہ ہیں بلکہ اس کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ اُمت کے سارے حالات سے باخبر بھی رہتے ہیں، قبر پر آنے والے کو دیکھتے، پہچانتے، اس کے سلام، اس کی گفتگو کو سنتے، سمجھتے اور جواب بھی دیتے ہیں قبر کی دیوار سے باہر ہاتھ نکال کر مصافحہ بھی کرتے ہیں اور اگر مناسب سمجھیں تو قبر سے باہر نکل کر مشکل کشائی اور دستگیری کے لئے حاضر بھی ہو جاتے ہیں اور پھر واپس جا کر قبر کے اندر سے پڑھنے والے کا سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جب آپ ﷺ قبر سے باہر ہوتے ہیں تو قبر پر پڑھے جانے والے درود و سلام کا کیا ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۲: سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں اُن کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنْتُ أُرْسِلُهَا      تُقْبِلُ الْأَرْضَ عَنِّي وَهِيَ نَائِبَتِي  
وَهَذِهِ دَوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ      فَأَمْدُذْ يَمِينِكَ كَمْ تَحْطِي بِهَا شَفَتِي

ترجمہ: دُوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمتِ اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دستِ مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔“

اس پر قبر شریف سے دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحادی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی ﷺ میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے (البنیان المشید)

(نوٹو: فضائل حج صفحہ ۱۵۱، مکتبہ امدادیہ ملتان، مصنفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب)

## نبی ﷺ کا اپنی قبر سے باہر آ کر درود پڑھنے والے جوان کی مشکل کشائی کرنا

۴۶۔ حافظ ابو نعیم، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ**۔ میں نے اس سے پوچھا کیا کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے؟ (یا محض اپنی رائے سے) اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا سفیان ثوریؒ۔ اس نے کہا کیا عراق والے سفیان۔ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے میں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے پوچھا کس طرح معرفت حاصل ہے؟ میں نے کہا رات سے دن نکالتا ہے، دن سے رات نکالتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا کرتا ہے اس نے کہا کچھ نہیں پہچانا۔ میں نے کہا پھر تو کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کسی کام کا پختہ ارادہ کرتا ہوں اس کو فتح کرنا پڑتا ہے اور کسی کام کے کرنے کی ٹھان لیتا ہوں مگر نہیں کر سکتا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ کوئی دوسری ہستی ہے جو میرے کاموں کو انجام دیتی ہے۔ میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا، میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا میری ماں وہیں رہ گئی تھی (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے

اللہ جل شانہ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک امیر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا، اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد (ﷺ) ہوں میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ** پڑھا کر۔ (نہایت)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

نوٹو: (فضائل درود صفحہ ۱۲۲، ۱۲۱ فصل پنجم۔ مکتبہ اشرفیہ، رائے ونڈ، لاہور)

۲۸: شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی، شیخ نجم الدین ہنسنے لگے، اور ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی، بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو شیخ نے جھڑک دیا، کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کرنیوالا قبر پر تلقین کیلئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سنا، دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے (روض)۔

عرب میں بعض ائمہ مذہب کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت کو دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر

کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے، اور منکر نکیر کے سوال جواب دہراتا ہے، اس کو تلقین کہتے ہیں، ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین



کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے، اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۔

## (نوٹ: فضائل حج ص ۲۲۵، شیخ الحدیث زکریا صاحب، مکتبہ امدادیہ ملتان)

۱۔ امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وغیرہ (کتاب الروح ص ۷۱، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱: ص ۲۸۹) المصنف۔

(روض)۔ ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُنچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے ..... قصہ پوچھا، اُس نے سارا حال سنایا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔ اس سے پوچھا کہ قبر بتاؤ۔ اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں۔ اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا (روض)

## (نوٹ: فضائل صدقات حصہ ۲ ص ۲۵۲-۲۵۳)

### جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا عقیدہ:

”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہیگا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کیلئے ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی دنیا میں زندہ ہیں گو اس زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں کیا فرق ہے کیونکہ نہ اس پر امت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا ہے، بلکہ منع فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ مبارک میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذاب عام سے مامون رہے گی۔“

(توبہ و استغفار کی حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ صفحہ نمبر ۳۸)

### اصحاب قبور سے درخواست دعا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ زور زور سے اُن ولی اللہ کو پکار کر یہ بات کہیں۔ اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سن رہے ہوں۔ کیونکہ سماع موتی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی روح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر

آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کی روح تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر اُن کو الٹی افیت دیں۔ (فوٹو رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۳۶۵)

## مسئلہ حیات النبیؐ

اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ ورائے نہ رکھتا ہو اس سے قیات میں کوئی باز پرس نہ ہوگی اور اس کے انجام اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیونکہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدم صحت دونوں کا احتمال ہے۔ (ترجمان القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۹ء) (فوٹو رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۴۴۰)

مولانا مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ رکھے اور اُس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے، ابو بکرؓ اور دوسرے تمام صحابہؓ کو خطرے میں ڈال دیا۔ قرآن و حدیث کے فیصلہ کے برخلاف یہ نظریہ بھی پیش فرمایا کہ رُوحیں جسم سے نکلنے کے بعد اس دُنیاوی قبر میں برابر آتی جاتی رہتی ہیں یعنی کبھی مردہ بدن سے وابستہ کبھی اُس سے الگ۔ دوسری بات یہ بتلانی کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر پہنچ کر زور زور سے پکار کر اُن سے دُعا کی درخواست کرے تو عقیدہ کی خرابی لازم نہ آئے گا۔

## امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ)

اپنی کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ!

والایمان بالحوض والشفاعة والایمان بمنکر ونکیر وعذاب القبر والایمان بملك الموت .

يقبض الارواح ثم ترد في الاجساد في القبور فيسألون عن الايمان والتوحيد

(فوٹو کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۴۵ طبع قاہرہ) وطبقات الحنابلة فی ترجمة مسدد بن مسرحد

ترجمہ: حوض کوثر، شفاعت، منکر و نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے پھر ارواح

کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا

لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(نوٹ: صفحہ ۶۵ تسکین الصدور مصنفہ ابو الزہد سرفراز خان صفدر)

یہ عقیدہ امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور اُمت مسلمہ کی اکثریت نے اس لئے اپنایا ہے کہ امام احمد بن حنبل اسی دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا فتویٰ سے ثابت ہے۔

## (امام ابن تیمیہ حنبلی)

واستفاضت الآثار بمعرفة الميت امله و باحوال امله واصحابه في الدنيا وان ذالك يعرض عليه و جامت الآثار بأنه يرى ايضا بأنه يدري بما يفعل عندہ فيسر بما كان حسنا ويتألم بما كان قبيحا و نجتمع ادراج الموتى فينزل الاعلى الى الأدنى لا العكس  
(نوٹ: ص ۴۷-۴۸ الفتاویٰ الکبریٰ ابن تیمیہ جلد ۴ مطبوعہ بیروت)

مشہور اور مستفیض احادیث سے ثابت ہے کہ مردہ اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے اعمال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اُسکے پاس کیا جاتا ہے اُسکو جانتا بھی ہے اگر وہ کارروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اُسکو اس سے رنج پہنچتا ہے اور مردوں کی روحیں اجتماعات بھی کرتی ہیں لیکن صرف اعلیٰ روحیں ادنیٰ کی طرف نازل ہوتی ہیں اس کے برعکس نہیں۔  
(ترجمہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

## امام ابن قیم حنبلی

قد شرع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا متہ اذا اسلموا علی اہل القبور ان یسلموا علیہم سلام من یخاطبونه فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وهذا خطاب لمن یسمع ویعقل . ولولا ذلک لکان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد . والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنہم بان الميت یعرف زیارة الحیی لہ ویبشربہ  
(نوٹ: ص ۵ کتاب الروح موفیہ ابن قیم الحنبلی مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ: تحقیق کہ آنحضرت نے اپنے امتیوں کیلئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف صالحین کا اسی پر اجماع ہے اور تو اتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو (آواز

سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لئے آتا ہے اور مردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔

(ترجمہ: از مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

## عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں کہ:

والذی نعتقد ان رتبة نبينا ﷺ اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه حی فی قبره حیوة مستقرة ابلغ من حیات الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذ هو افضل منهم بلا ریب وانه لیسمع من یسلم علیہ (بحوالہ اتخاف البنلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور)

جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ و ارفع ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کہ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے، آپ اس کو سنتے ہیں۔ (بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۳)

## بانی مسلک اہلحدیث میاں نذیر دہلوی صاحب:

اور یہ قول بھی بالکل غلط ہے کہ روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں میں اور مقاموں میں گشت اور دورہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے، ان الله ملائكة سياحين فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواه النسائی و الدارمی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پر تعینات کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے وہ فرشتے اس درود و سلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ کے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں، من صلی علی عندقبری سمعة ومن صلی علی نائیا بلغته رواه البیهقی فی شعب الایمان یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو کوئی شخص دور کا رہے والا میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے لاتے ہیں۔ پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے یا درود و سلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

نوٹ: فتاویٰ نذیری ص ۷۶ جلد اول مطبوعہ اہلحدیث اکاڈمی لاہور

نذیر میاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں وہاں



پڑھے جانے والے درود و سلام کو خود بھی سنتے ہیں اور وہیں زمین میں گردش کرنے والے فرشتے امت کا پڑھا ہوا درود و سلام لیجا کر آپ پر پیش کرتے ہیں۔

## نواب صدیق الحسن خان صاحب (اہلحدیث)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

وجہ امت از مومنین و کفلا در حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و رد جواب بر زائر  
برابرند تخصیص بہ انبیاء و صلحا نیست

دلیل الطالب علی او جح الطالب صفحہ ۸۴۰

تمام مردے مومن ہوں یا کافر، حصول علم، شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں۔ ان امور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرام علیہم و آلہم و الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

نوٹو: ص ۲۲۱ سماع الموتی مولفہ سرفراز خان صفدر صاحب دلیل الطالب

## وحید الزماں صاحب (اہلحدیث)

اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اُس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہ سے اُس کا انکار منقول ہے اور اُن کا قول شاذ ہے جیسے معاویہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا

(نوٹو: لغات الحدیث جلد ۳ صفحہ ۱۶۶) (سم)

## پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی صاحب (اہلحدیث)

پیر جھنڈا صاحب سماع موتی کے قائلین کی دلیل رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

**حدیث خلق النعال سے استدلال** اسی طرح خلق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں

مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری ص ۱۸۷ ج ۱ میں اس طرح ہے۔

عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبری وتولی وذهب اصحابہ حتی انہ یسمع

قرع نعالہم اناہ ملک ان فاقعداہ فیقولان لہ ما کنتم تقول فی هذا الرجل محمد . الحدیث

انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس ہٹتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان

کے جنوں کی آوازیں سنتا ہے۔ تو دوفرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس جو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔

**جواب:-** یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت زندہ کیا جاتا ہے۔ سوال کے لئے اور دوسری جگہ پر براء بن عازب کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے۔

وفی حدیث اصحاب السنن وصححه ابو عوانة وغيره وفيه فتروا روحه فی جسده فیامه  
ملکان فی جلسانه فیقولان له من ربك الحدیث وفيه وان الکافر تعاد فیہ روحه فی جسده  
فیاتیہ ملکان فی جلسانه الحدیث . کدانی الفتح صفحہ ۴۷۶ جز ۱۳ الحلبي بمصر

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابو عوانہ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے دوفرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔

پس یہ روایت خارج عن محل النزاع ہے کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں، اسکے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

(نوٹ: ص ۶۱۶ تو حید خالص مولفہ بدیع الدین راشدی صاحب)

پیر صاحب شاہد یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مردہ اپنی دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور سننے لگتا ہے رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپؐ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو شاید اس سے مراد وہ مردے ہیں جو کسی خاص وجہ سے زندہ نہیں ہو پاتے۔

## آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور تو حید خالص کو پھیلانے کے لئے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو؟  
اور..... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہمسفر بنیں؟

**شائع کردہ: محمد حنیف، مسجد تو حید، تو حید روڈ، کیمڑی، کراچی**

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں اور نہ کسی پر ان کی اطاعت و اشاعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں